دارالعلوم حقانیہ کے شاندار ماضی کو مرتب و مدون کرنے اور اسے ریکارڈ پر لانے کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ ایسے تمام مواد ، یادداشتوں ، قلمی رپورٹوں ، واردین و صادرین کی تفصیلات بالخصوص دارالعلوم کے ابتدائی دور کے جلسہ ہائے دستاربندی کی روداد جو اس وقت چھپ نہیں سکیں کسی نہ کسی طرح شائع کرکے محفوظ کی جائیں اس غرض کیلئے دارالعلوم کی مفصل تاریخ کی تدوین اور ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت کے علاوہ فوری طور پر ادارہ الحق نے فیصلہ کیا ہے کہ ایسے مواد کو دارالعلوم کے ریکارڈ سے تلاش کرکے الحق کے ذریعہ محفوظ کیا جائے -

دارالعلوم حقانیہ

منزل بہ منزل

(۳۰ سال قبل)

دارالعلوم حقانیہ کا جلسہ دستاربندی

۹، ۱۰، ۱۱ شعبان ۷۴ھ - م ۲۷، ۲۸ مئی ۵۵ء

اس وقت ہمارے سامنے دارالعلوم کے ایک جلسہ دستاربندی ۱۹۵۵ء کی رپورٹ ہے ۔ یہ جلسے اپنی افادیت اور وسعتوں کے لحاظ سے دیرپا اثرات کے حامل ہوتے تھے ۔ اور ایک عظیم الشان علمی جشن (بقول مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند) کی صورت اختیار کرلیتے تھے ۔ پیش نظر رپورٹ اس وقت پشاور کے ہفت روزہ البلاغ نے خصوصی شمارہ ۸۵، جون ۵۵ء جلسہ دستاربندی نمبر میں شائع کی تھی - اور جسے مولانا سعید الدین صاحب شیرکوٹی نے مرتب کیا تھا جس کی پہلی قسط پیش خدمت ہے ،

ابھی پچھلے دنوں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا اجتماع بسلسلہ دستاربندی فضلاء دارالعلوم حقانیہ منعقد ہوا۔ جس کی اجمالی کارروائی البلاغ کی گذشتہ اشاعت میں درج کی گئی تھی آج کی صحبت میں ہم تفصیلی طور پر ان تقاریر کو درج کردینا مناسب خیال کرتے ہیں جو اس کامیاب اجتماع میں فاضل مقررین نے کیں پہلی نشست میں جو ۲۷ مئی کو بعد نماز ظہر زیر صدارت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غرغشتوی تین بجے منعقد ہوئی ۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا روح الامین صاحب[1] نے پشتو میں مبسوط خطبہ استقبالیہ دیا اس خطبہ میں مولانا نے جو کچھ فرمایا اس کا حاصل یہ ہے -

---

خطبہ استقبالیہ ہم اس چیز کو مسلمان کے دینی فرائض کی ادائیگی کا ثبوت بنا سکتے ہیں کہ اس وقت بیشتر اکابرین علماء و مشائخ اس اجلاس میں شرکت فرما رہے ہیں دور دراز سے آکر سینکڑوں حضرات نے ہماری حوصلہ افزائی کی ہے - اور ان میں مختلف بزرگ اور مختلف قسم کے اکابرین شامل ہیں - ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے سیاسیات کا میدان اپنے لئے منتخب کرلیا تھا جو گوشہ نشینی کو پسند کرتے ہیں - وہ بھی ہیں جن سے علمی سلسلے قائم ہیں اور وہ بھی ہیں جن سے طالبانِ طریقت کی راہ ملتی ہے بہرصورت یہ سب حلقے ہیں دینی جن سے اصلاح امت کی ذمہ داریوں کا تعلق ہے - مولانا نے فرمایا ہمیں بجا طور پر فخر ہے کہ یہ حضرات ہماری حوصلہ افزائی کا باعث بنے ہیں -

اپنے اس بیان میں مولانا روح الامین صاحب نے حالات حاضرہ کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے اور دارالعلوم حقانیہ کی بناء کا ذکر کرتے ہوئے کہا "اس دور میں کہ آج ہر گلی اور کوچہ میں نئی تہذیب کا زور دورہ ہے - اور ہر طرف فتنوں کا طوفان ہے -

---

[1] محکمہ تعلیمات سے وابستہ رہے [illegible] ہیں -

ہم نے اس دار العلوم کو ایک اجمالی خاکے کے طور پر پیش کیا ہے اور یہ اسی وسیع اصلاحی تحریک کا اجمال ہے جو اصلاح عادات کا ضامن ہے۔ اپنے خطبہ کے خاتمہ پر آپ نے علماء کرام اور تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

خطبہ استقبالیہ کے بعد سید غلام علی صاحب[1] مظہر نے درج ذیل اردو سپاسنامہ دار العلوم کی جانب سے پیش کیا۔

سپاسنامہ

بخدمت جملہ علماء کرام و معززین و اہالیان اکوڑہ و شرفائے مضافات اکوڑہ منجانب دار العلوم حقانیہ ؎

نشنہ در بارہ گہر در صدف و بو در گل آں قدر لطف ندارد کہ تو در خانۂ ما

جنابان والا! ہم سب سے پہلے اس خالق ارض و سما کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے ہمیں پاکستان جیسی آزاد اسلامی مملکت عطا کی اور یہ پاکستان ہی کی برکات ہیں جس کی وجہ سے آپ آج اپنے ہی گھروں میں اپنے نوجوانوں کو زیور علم دین سے مالا مال دیکھتے ہیں۔ مقام فخر ہے کہ آج ان کی تحصیل علوم کی دستار بندی کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ حضور والا! ہمیں احساس ہے کہ اس شدت گرمی میں دور دراز کی مسافت طے کر کے اور اپنی ضروری مصروفیات چھوڑ کر آپ نے یہاں آنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے اور جس علم پروری اور علم دوستی کا ثبوت آپ نے دیا، اس کا حساب دوستاں در دل کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بہت بڑا مقام ہے اور اخروی نجات کا باعث ہے۔

ہمارے نزدیک مہمانو! علماء کرام اور طلبائے دین کے مقام کی اتنی عزت افزائی جو آپ نے کی یہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور وفاداری کا بین ثبوت ہے ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نیک نفس بزرگو! جس جانی اور مالی امداد کا ثبوت اہالیان اکوڑہ و مضافات اکوڑہ نے دیا ہے دار العلوم ان کا رہتی دنیا تک احسان فراموش نہیں کرے گا۔ حضرات اقدس! دار العلوم دیوبند میں جو کورس تکمیل پذیر ہوتا تھا اسی کورس کی تکمیل دار العلوم حقانیہ میں کی جاتی ہے لہٰذا ان طلباء کو جو دار العلوم حقانیہ سے فارغ شدہ ہوں اور یہاں ان کی دستار بندی کی گئی ہے ان کو فاضل دیوبند کی بجائے فاضل حقانیہ کہا جائے گا۔ آج کے بعد علمی نگاہ کے پیش نظر اکوڑہ کا نام پاکستان کے جغرافیہ اور علمی، مذہبی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہوگا۔ اور یہ سب علمی عروج ہمارے وطن کے قابل فخر فرزند شیخ الحدیث جناب مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی بے غرضانہ اور بے لوث خدمات کا نتیجہ ہے اور اس کامیابی کا سہرا انہی کے سر ہے۔

مہربانان علم دین! آخر میں آپ سب کی آمد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے درگاہ رب العزت سے دست بدعا ہیں کہ جن اصحاب نے دار العلوم حقانیہ کی ترقی اور امداد کے لئے دامے درمے قدمے سخنے امداد فرمائی ہے ان کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی سرخروئی

---

[1] سید غلام علی شاہ بادشاہ اکوڑہ خٹک

عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مخصوص برائے وزیر اعظم ۵

بہ محفل شمع تاباں در گلستاں رنگ و بو باشی الٰہی ہر کجا باشی بہارِ آبرو باشی

ہم ہیں طلبائے دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک۔

الحاج خان بہادر محمد زمان خان صاحب | اسی نشست میں الحاج خان بہادر محمد زمان خان صاحب آف اکوڑہ خٹک نے اپنی ضعیفی کو نظر انداز کر کے ایک ولولہ انگیز تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہمارے علمی مراکز اور دینی درس گاہوں کا ہاتھ سے نکل جانا اور یہ ایک ایسا نقصان ہے جو ایک سمجھدار قوم کے لئے سب سے زیادہ رنج اور تکلیف کا باعث ہے۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس نقصان کی تلافی کرنا مولانا عبدالحق صاحب کی قسمت میں لکھا تھا کہ انہوں نے حالات کی ناسازگاری کے باوجود تعلیم دین کا نعرہ بلند کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ نعرہ صدا بصحرا نہ ثابت ہوا۔

خان موصوف نے اپنے بیان میں اہالیانِ اکوڑہ کی جانب سے تمام مہمانوں کا پرخلوص خیر مقدم کیا۔ اس نشست کے اختتام پر شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غرغشتوی نے صدارتی تقریر فرمائی۔

مولانا نصیر الدین صاحب غرغشتوی | مولانا محترم نے اپنے صدارتی بیان میں دارالعلوم حقانیہ کو خصوصاً خطاب کیا اور فرمایا کہ اے نوجوانانِ ملت تم ہی پر قوم و ملت اور ملک کی بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اس نظم عالم کی گاڑی کو غلط لائنوں سے اٹھا کر صحیح رستوں پر ڈالنا تمہارا ہی کام ہے۔

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا "علم دین بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جسے یہ نعمت نصیب ہوا سے شکر گذار ہونا چاہیے اور اس کی قدر کرے۔" علم کی کماحقہٗ قدر یہی ہے کہ علم کو عمل کے ہمدوش رکھا جائے اور اپنے علم سے دوسروں کو فیض پہنچانے کی اپنی بساط بموجب کوشش کی جائے۔ میری ان فضلاء کو یہی نصیحت ہے اور اسی کی میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ آپ نے فارغ طلبا کو خصوصاً مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ دستارِ فضیلت یہی تقاضا رکھتی ہے کہ آپ اپنے علم کو ہر پہلو سے عمل کا روپ دیں۔

دوسری نشست | ۲۷ مئی کی شام کو ۹ بجے شب سے گیارہ بجے شب تک دارالعلوم کے پروگرام کے مطابق بزم مشاعرہ منعقد رہی۔ گیارہ بجے کے بعد تقریری پروگرام کا دوسرا اجلاس زیر صدارت حضرت بادشاہ گل صاحب سجادہ نشین اکوڑہ شروع ہوا۔ جس میں مولانا مصلح الدین صاحب مردان۔ حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی۔ مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب

---

۵ مایہ ناز ادیب اور خٹک قبیلہ کے سربراہ مرحوم ہو چکے ہیں جلسہ میں خان بہادر کا لقب مسترد کر دیا۔ حضرت مولانا عبدالحنان ہزاروی مرحوم نے خانِ اعلیٰ کا خطاب دے دیا۔

خطیب جامع کیمبل پور اور مولانا محمد یعقوب صاحب نے تقاریر فرمائیں۔

اس اجلاس کی کارروائی کا آغاز صاحبزادہ سمیع الحق صاحب سلمہ[۵] خلف الرشید حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ نے تلاوت کلام پاک سے فرمایا۔ اس کمسن بچے نے اپنے لحن داؤدی کے ذریعے مجمع پر کلام پاک کے تاثر سے وجد کی کیفیت طاری کردی۔ اس موقع پر کثیر مجمع ہونے کے باوجود جو اجتماع کے عظیم الشان پنڈال سے باہر تک پھیلا ہوا تھا ایک سناٹا چھایا ہوا تھا اور سمیع الحق سلمہ کی طرز تلاوت میں کلام پاک وادی مقدس میں گونجنے والی کلام ربانی کا نمونہ معلوم ہو رہا تھا۔ خورد سال قاری اپنی تلاوت میں خود بھی مگن تھا اور مجمع بھی از خود رفتگی کے عالم میں تھا کہ نُفِخَ فِی الصُّورِ ذٰلِکَ یَومُ الوَعِید کے باعظمت الفاظ نے قیامت ڈھادی۔ اول تو مجمع ہی اہل علم لوگوں کا تھا یہاں اکثر قرآن کو سمجھنے والے اور اس کلام پاک کی ہر رمز اور نکتہ کو سمجھنے والے تھے اور اس کے علاوہ تلاوت کا مدوجزر بھی ایسا تھا کہ ہر سامع پر کلام کی نوعیت کے بموجب آثار پیدا کر رہا تھا۔ یہ تلاوت بجائے خود ایک خاص نوعیت کی تھی۔ اور اس سے مجمع پر ایسی کیفیت طاری ہونا ایک امر لازم تھا۔

تلاوت کلام پاک کے بعد جناب سمندر خان صاحب سمندر نے اسلامی تاریخ کے ایک ورق کو اپنے منظوم خاص طرز ادا میں سامعین کے سامنے پیش کیا جس سے حاضرین نے کافی اثر لیا۔ جناب سمندر کی نظم کے بعد مولانا مصلح الدین صاحب نے تقریر فرمائی۔

مولانا مصلح الدین صاحب مردان | حمد و ثنا کے بعد مولانا مصلح الدین صاحب نے اپنے بیان کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر ہم ذرا غور کی نظر کریں تو یہ سمجھ لینا چنداں مشکل نہیں کہ اس اجتماع کی اصل حیثیت دنیا کی موجودہ بدحالی اور اسلام کے عروج و زوال کا اصل طریق عمل تلاش کرنا ہے۔ آپ نے حالات کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ جب ہم ایک فصل کو کارآمد بنانے کے لئے اس کی کاشت کے تمام ممکن اور مفید ذرائع تلاش کرتے ہیں تو آخر یہ کس حد تک ٹھیک ہوگا کہ ہم اسلام کی فصل کو بالکل لاوارث نوعیت سے چھوڑ دیں۔ کاشتکاری کی مختلف مثالوں سے آپ نے اپنے مقصد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

ہر چیز کے بقاء اور اس کے وجود کو قائم رکھنے کے لئے مختلف النوع چیزیں ضروری خیال کی جاتی ہیں جیسا کہ میں نے اپنی مثالوں میں آپ کو بتایا۔ کہ ایک فصل کے لئے تخم ریزی، زمین کو ہموار کرنا۔ اس کی ملائی اور گڈائی سے وقت پر پانی پہنچانا اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اسی طرح دنیا کی ہر چیز کے وجود کو باقی رکھنے کے لئے اس کی نوعیت کے مطابق کچھ ایسی ہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان تمثیلات کے بعد آپ نے اصل مدعا کی طرف گریز کرتے ہوئے فرمایا۔ اسی طرح اگر ہم اسلام کے وجود کو قائم رکھنے کے لئے خواہش مند ہیں تو کیا ہم اس کی آبیاری کی ضروری اشیاء کو نظر انداز کرکے اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ بالکل عام فصلوں کی طرح ہی ہمیں اس دین اور تعلیمات دین کی فصل کو بھی سینچنا پڑے گا۔

---

۵ — مدیر الحق

اس کی طرف پوری پوری توجہ دینی پڑے گی۔ اگر درسگاہوں کی طرف توجہ نہ دی گئی تو تعلیمات دین کا سلسلہ کیسے قائم رہ سکتا ہے اور جب تعلیمات دین جاتی رہی تو کیا باقی ماندہ دین کو برائے نام کہنا غلط ہوگا۔ ہمیں اپنی ذمہ داریوں اور اپنے مقاصد زندگی کو خود سمجھنا اور ان کا احساس کرنا ضروری ہے۔ آپ خود سوچئے کیا ہم اسلام کی طرف توجہ نہ دے کر سرخرو ہو سکتے ہیں؟ اور خود ہی غور کیجئے کہ یہ ذمہ داری اگر ہم پر نہیں تو آپ فرمائیے کہ اس طرف سے لاپرواہی کیوں ہے کیا پھر یہ فرض آپ پر عائد نہیں ہوتا کہ آپ اس فصل کو سینچیں؛ آخر کیوں درسگاہوں سے لاپرواہی کی جاتی ہے علمی مراکز سے بے اعتنائی کیوں روا رکھی جاتی ہے۔

مولانا غلام غوث صاحب مولانا غلام غوث صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا بدل چکی ہے، عالم کی فضا بہت مکدر ہو چکی ہے۔ عالم اسلام کا شیرازہ بکھر چکا ہے لیکن آج مجھے اکوڑے میں ناظم، صدر، علماء، خوانین اور غرباء۔ الغرض ہر طبقہ کے لوگ اسلام کے شیدائی دیکھ کر از حد مسرت ہوئی حقیقت یہ ہے کہ ہماری ملت کے لئے یہ ایک قابل فخر چیز ہے۔

مولانا نے اپنے دائرہ بیان کو وسیع کرتے ہوئے اور اقوام وعمل کے عروج وزوال کی داستانوں کا جائزہ لینے کے لئے تاریخ کے اوراق نہایت تیزی سے پلٹتے ہوئے فرمایا۔ "آپ کو اس قوم کی حالت بھی یاد ہوگی جو ننگے بدن طواف کعبہ کو ثواب سمجھتے تھے جو دن دہاڑے ڈاکے اور رہزنی میں مشغول رہتے تھے اسی قوم کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا کر عالم پر پھیلا دیا۔ دنیا کے تمام گوشوں میں اس کے پرچم لہراتے نظر آتے اور اسی کے معیار زندگی کو قوموں کی زندگی کا معیار سمجھا گیا لیکن پھر؟ ۔ پھر جو پانسہ پلٹا تو وہی قوم آج ذلیل ہے اور ذلیل سمجھی جا رہی ہے ذلیل شمار کی جا رہی ہے لیکن کسی نے نہ سوچا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف اس علم کی کمی ہے جس کی بدولت وہ عروج نصیب ہوا تھا اور اس کی کمی کی بدولت آج کی ذلت وخواری کا نتیجہ سامنے ہے۔ قرآن! جسے ہم قرآن کہتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے ہی نہیں دنیا بھر کے لئے نسخۂ کیمیا ہے یہی تھا جو مسجد نبوی سے نکل کر مدینہ پر، مدینے سے حجاز پر اور حجاز کے افق سے ابھر کر تمام دنیا پر نمودار ہوا۔ وہ خوش قسمت تھے جنہوں نے اس کا نور قبول کیا وہ بدبخت ثابت ہوئے جنہوں نے اسے ٹھکرا دیا۔"

آپ نے تاریخ کی اسی ورق گردانی کے دوران فرمایا۔ ہاں ہاں، ہم نے بھی یہی غلطی تو کی اس حبل اللہ کو مضبوطی سے نہ تھاما ہم رنگ رلیوں میں لگ گئے۔ ہم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ تلوار کو چھوڑ دیا۔ اسلامی اخلاق کو اپنانے سے کنارہ کشی کر لی۔ بس ہم تھے اور طاؤس ورباب۔ اسی لغزش کے وقت انگریز کو آنا تھا وہ آیا اس کے پاؤں جم گئے۔ ہمارے پاؤں پیر اکھڑنے ہی تھے سو اکھڑ گئے۔

مولانا کی تقریر اسی مدوجزر سے جاری رہی آپ نے اپنے بیان میں اسی چیز کے ثبوت ڈھونڈتے ہوئے کہ ہمارے تنزل کی وجہ صرف اپنے پروگرام سے ہٹ جانا اور قرآن کو چھوڑ دینا ہے۔ میر جعفر وصادق جیسے تاریخی غداروں کا ذکر اور اس کے ساتھ ہی مردان

مجاہد سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو کا بھی تذکرہ کیا اور ان سب تاریخی پس منظروں، حالات کی موجودہ رفتار، نتائج کے خلاف توقع ہونے اور شیرازۂ امن وامان کے بکھر جانے کی وجہ اصلی بتاتے ہوئے فرمایا کہ وجہ صرف ایک ہی ہے اور وہ یہی کہ ہم اپنے منصب سے ہٹ گئے ہم نے اپنے اس مقام کی قدر نہ کی۔ جو ہمیں دیا گیا تھا ہم وقت کے دھاروں میں بہہ نہیں گئے بلکہ ڈوب گئے۔

اپنے بیان کو ختم کرتے ہوئے مولانا غلام غوث صاحب نے فرمایا۔ حالات تو بیشک یہی ہیں جو آپ سب کے مشاہدے میں بھی ہیں لیکن ان کے بیان سے میرا مطلب ناامید کر دینا نہیں۔ اصلاح کی امید ہر وقت رکھی جا سکتی ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ احساس ہو جائے اگر آج آپ اور ہم اس چیز کا احساس کرتے ہیں تو کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی مکافات کریں اور وہ طریقے ڈھونڈیں جو پھر عروج کی طرف ہمارے قدم بڑھا جائیں۔

یہ دارالعلوم حقانیہ ہی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے آج ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ ہم ان علم کی درس گاہوں کی ترقی و استحکام کی طرف پوری پوری توجہ دیں میں تو اسی میں پوری قوم کی فلاح سمجھتا ہوں۔

مولانا زاہد الحسینی صاحب مولانا غلام غوث صاحب کی تقریر کے بعد مولانا زاہد الحسینی[1] صاحب نے تقریر فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر میں غیر مذاہب اور اسلام کے موجودہ تبلیغی پروگرام کا جائزہ لیتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ دیگر اقوام اور دیگر مذاہب کے پیرو باقاعدہ طور پر بڑے بڑے خرچ برداشت کرکے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں لیکن اگر کسی مذہب کے پیرو اس کی طرف توجہ نہیں دے رہے تو ہم ہیں اور ہمارا مذہب ہے۔

مولانا زاہد الحسینی صاحب نے اپنی تقریر میں مختلف گروہوں اور مذہبوں کی تبلیغی مشنریوں کا مفصل جائزہ بھی لیا۔

---

[1] مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب (اٹک، مدیر الارشاد، مفسر قرآن)